کراچی کی کایا پلٹ:

ہرچند رائے کا سفر

بابائے جدید کراچی، جنھوں نے شہر کو
ایک خاموش بستی سے بارونق شہر میں بدلا

The Dawood Foundation
GHAR

JM 2/233 47, Amil Colony No.1, Karachi
Tel: +92 21 3568 6001-16 Fax: +9221 35684768
www.dawoodfoundation.org info.tdf@dawoodhercules.com

ایک جدید شہر کی تعمیر

کراچی میونسپل کمیٹی کے صدر کی حیثیت سے ہرچند رائے کا دور (۱۹۱۱ - ۱۹۲۱) مالی لحاظ سے اعتدال اور عملاً بھرپور انداز میں اہم ترقیاتی اہداف حاصل کرنے سے عبارت ہے۔ بلدیہ نے ۲۰۸۶۸۰ روپے ترقیاتی منصوبوں کے لیے مختص کیے، جو گزشتہ دہائی میں ایک سال کی سب سے بڑی سرمایہ کاری تھی۔ سمجھداری سے اخراجات کرنے کے وعدے نے کم سے کم خرچے سے شہر کی ترقی کو یقینی بنایا۔

انھوں نے قدیم شہر کے عارضی اسکولوں میں ذاتی طور پر خود تدریس کی خدمات انجام دے کر تعلیم سے اپنی وابستگی بھی ظاہر کی۔

میئر کراچی

پہلی جنگ عظیم کے زمانے میں کراچی میں فلو کی وبا کے دوران بلدیہ کراچی کے صدر ہرچند رائے نے بیماری کے خاتمے کے لیے فیصلہ کن اقدامات اٹھائے۔ انھوں نے ایک موبائل ڈسپنسری سسٹم قائم کیا تاکہ مریضوں کو اُن کے گھروں پر طبی امداد دی جائے۔ انھوں نے خصوصی بلدیاتی عملہ مقرر کیا تاکہ مچھروں کا خاتمہ کیا جائے اور یوں لوگ ملیریا کا شکار نہ ہوں اور کونین کی گولیوں کی بھرپور رسد کو بھی یقینی بنایا۔

کھانے پینے کی چیزوں میں ملاوٹ کی شکایات عام ہونے پر بلدیہ کراچی کے صدر ہرچند رائے نے اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے عملی اقدامات اٹھائے اور ایک فوڈ ٹیسٹنگ لیبارٹری قائم کی۔ ان اقدامات نے شہر میں دستیاب کھانے پینے کی چیزوں کو بہتر بنانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

ہرچند رائے نے ۱۹۱۷ میں حفظان صحت پر ایک کانفرنس کے انعقاد میں مرکزی کردار ادا کیا، جس نے شہر میں حفظانِ صحت کی صورتحال کو بہتر بنانے کے لیے مختلف حکمت عملیوں کا جائزہ لیا۔ عوام میں شعور اجاگر کرنے کی ایک مہم کا آغاز بھی کیا گیا، جس میں پمفلٹ کی تقسیم، سینماؤں میں اسکریننگ اور ابلاغ عامہ کے دوسرے طریقے شامل کیے گئے تاکہ عوام کو موسمی بیماریوں، وباؤں اور احتیاطی تدابیر کے بارے میں شعور دیا جائے۔

شہری ترقی

کراچی کے میئر کی حیثیت سے ہرچند رائے وشن داس کا دور شہری ترقی سے عبارت تھا، جس نے شہر کو جدید بنایا۔ انھوں نے مٹی کے تیل سے چلنے والے چراغ، فٹ پاتھ اور باغات متعارف کروائے، جنھوں نے کراچی کو مزید قابلِ رہائش شہر بنا دیا۔

کراچی کے اولو العزم میئر ہرچند رائے وشن داس نےکوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹیوں اور عوامی باغات کے ذریعے شہر کو بدل کر رکھ دیا۔ جمشید کوارٹرز، جو کبھی خشک دلدلی تالابوں کا علاقہ تھا، ایک بھرپور آبادی بنا، جبکہ رام باغ، رتن تلاؤ اور رنچھوڑ لائن پارکوں نے شہر کے منظر نامے کو ایک نئی زندگی بخشی۔ اُن کا ورثہ مناسب قیمت کی رہائش گاہوں اور شہر کے سبزہ زاروں میں نمایاں ہے۔

ہرچند رائے کا ایک جدید کراچی کا وژن انھیں یورپ، بمبئی اور کلکتہ کے مطالعاتی دوروں تک لے گیا۔ بھرپور منصوبہ بندی سے بنائے گئے شہروں سے متاثر ہونے کے بعد انھوں نے شہری قوانین اور ترقیاتی مشقوں کا باریک بینی سے مطالعہ بھی کیا۔ اپنی واپسی کے بعد انھوں نے کراچی کے لیے ایک اولو العزم ترقیاتی منصوبہ بنایا، اور اس کی گرد سے اٹی گلیوں کو جدید شاہراہوں میں بدلا۔

وکلا برادری میں ہرچند رائے کی زبردست ساکھ نے انھیں ۳۸ سال تک کراچی بار ایسوسی ایشن کے اعزازی سیکریٹری کا عہدہ بھی دیے رکھا، جو ۱۸۹۰ میں قائم ہوئی تھی، اور یہ اُن کی غیر متزلزل ستائش کا ثبوت تھا۔

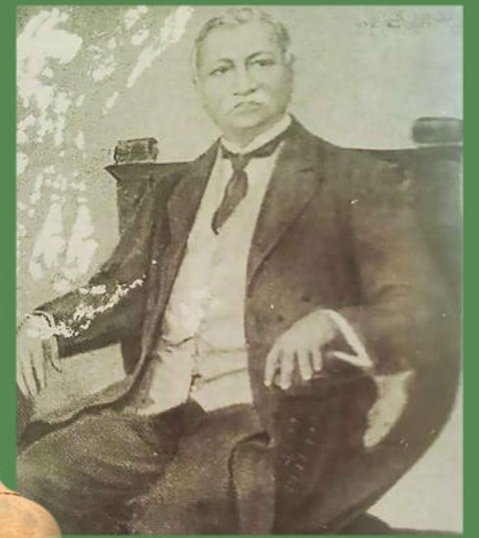

بلدیاتی کارکنوں کے مطالبات پورے کر کے، تنخواہیں بڑھا کر، ملازمت کی شرائط کو سادہ اور مؤثر بنا کر اور لائق سپروائزر بھرتی کر کے ان کی حوصلہ افزائی اور کام کی صلاحیت بڑھائی گئیں۔ چیف آفیسر کی تنخواہ ۱۴۰۰ اور ہیلتھ آفیسر کی ۵۰۰ روپے تھی۔

قدیم شہر کے گنجان آباد علاقوں مچکی میانی اور رنچھوڑ لائنز کو ترجیح دیتے ہوئے، ہرچند رائے نے پتلی گلیوں کو چوڑا اور سیدھا کرنے کا کام شروع کیا۔ زمین ۹۳۱۱۵۹ روپے میں حاصل کی گئیں، جس کا نتیجہ ان علاقوں کی نئے علاقوں کے برابر ترقی اور عوام کی صحت میں بہتری کی صورت میں نکلا۔ بلدیاتی حدود بڑھائی گئیں تاکہ گارڈن کوارٹرز کو شامل کیا جائے، جس کی بہتری کے لیے ۹۰۰۰ روپے مختص کیے گئے۔

ایک عزم، کئی نسلوں کے لیے

کراچی میونسپل کارپوریشن (کے ایم سی) بلڈنگ کی تعمیر

ایمپریس مارکیٹ کی توسیع

نئی سڑکوں اور پلوں کی تعمیر

جدید کراچی کے خالق

جمشید نسروانجی مہتا
کراچی کے پہلے میئر
۱۹۳۳ - ۱۹۳۴

غلام مرتضیٰ سید
صدر ڈسٹرکٹ لوکل بورڈ کراچی
۱۹۲۸ - ۱۹۳۲

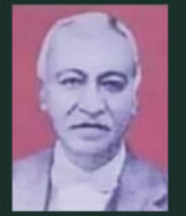

ہرچند رائے وشن داس
صدر کراچی میونسپل کمیٹی
۱۹۱۱ - ۱۹۲۱

کارنامے

۱

ہرچند رائے نے شہر میں مختلف تعلیمی اداروں کو بھرپور مدد فراہم کی، چاہے اُن کی وابستگی کسی سے بھی ہو۔ انھوں نے مختلف اداروں کو پلاٹ عطیہ کیے، جن میں سندھ مدرسہ (۶۰۰۰ گز)، خوجہ اسماعیلی کونسل (۳۰۰۰ گز)، سنتن دھرم منڈل کنیاشالا، ڈوسا کلیان پاٹھشالا، چرچ مشن اسکول فار گرلز، لوہانا وڈیا منڈل اور لوہانا انڈسٹریل اینڈ ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ شامل تھے۔

عطیات نے ان اداروں کو نئی زندگی عطا کی اور ان کے لیے اپنے کام کو توسیع دینا اور مقامی آبادیوں کو بہتر انداز میں خدمات فراہم کرنا ممکن بنایا۔

۲

کراچی کا لیڈی ڈفرن ہسپتال ۱۸۹۴ میں قائم ہوا

ہرچند رائے کراچی میں عوامی صحت کو بہتر بنانے کے لیے کام کرنے والے کئی اداروں کے سرپرست تھے۔ جب خوجہ اسماعیلی کونسل نے ایک میٹرنٹی ہوم بنانے کا فیصلہ کیا تو انھوں نے اسے ۳۳۲۷ گز زمین مفت دی۔ وہ لیڈی ڈفرن ہسپتال اور لوئس لارنس انسٹیٹیوٹ کی مستقل کفالت کرتے تھے۔ وہ ان انجمنوں کی مختلف کمیٹیوں کے سالہا سال تک رکن رہے۔ انھوں نے غریبوں کی بہبود کے لیے "ایتھاریو" ایسوسی ایشن میں بڑی دلچسپی دکھائی، ایک سال کے لیے اس کے صدر تھے اور آخر تک کمیٹی میں شامل رہے۔

۳

کراچی ہیلتھ ایسوسی ایشن نے خواتین کے لیے بہت کام کیا۔ یہ دائیوں کو ملازمت دینے اور انھیں تربیت دینے کا کام کرتی تھی تاکہ وہ حاملہ خواتین کو اُن کے گھروں میں خدمات فراہم کر سکیں۔ یہ ادارہ غریب اور لوئر مڈل کلاس کے لیے کسی نعمت سے کم نہیں تھا۔

۴

ہرچند رائے نے نہری نظام کو بہتر بنا کر سندھ کی زرعی ترقی میں اہم کردار ادا کیا، جس سے زرعی پیداوار اور قابلِ کاشت اراضی میں اضافہ ہوا۔ اس سے تاجر برادری کو بھی فائدہ ہوا۔ ہرچند رائے کی کوششوں نے سندھ کو سر سبز بنانے میں اپنا حصہ ڈالا۔

۵

ہرچند رائے کراچی کے سماجی حلقوں میں ایک نمایاں شخصیت تھے۔ وہ کراچی کلب کے بانی رکن تھے اور دو مرتبہ اس کے صدر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔

وہ کراچی سندھی جم خانہ اور ہندو جم خانہ کے قیام میں بھی شامل تھے۔ کراچی کو خوبصورت بنانے میں اُنھوں نے خشک دلدلی علاقوں کو عوامی باغات میں بدلنے اور گاندھی باغ اور برنس پارک کے قیام کے ذریعے بھی اپنا حصہ ڈالا۔

۶

ہرچند رائے نے مستحق طلبہ کے لیے وظائف قائم کیے، وہ تعلیم تک سب کی رسائی ہونے کے حامی تھے۔ اُن کا ماننا تھا کہ تعلیم انفرادی طور پر فرد اور معاشرے دونوں کی ترقی کے لیے ضروری ہے۔

ہرچند رائے نے ترقی پسند تعلیمی منصوبوں کے فروغ کے لیے ۱۹۱۱ میں بحیثیت صدر بلدیہ کراچی اپنے عہدے کا بھرپور استعمال کیا۔ وہ لازمی بنیادی تعلیم کے زبردست حامی تھے، اور کراچی کو برطانوی ہند کے ان چند شہروں میں سے ایک بنا دیا جنھوں نے یہ پالیسی اختیار کی تھی۔

جب ہرچند رائے کراچی بلدیہ کے صدر تھے اس زمانے میں ہی لڑکوں (۶۳ فیصد) اور لڑکیوں (۳۰ فیصد) کا ایک بڑا حصہ بنیادی تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ ان کے ۱۰ سالہ دور میں بلدیہ نے اپنے تعلیمی بجٹ کو مستقل بڑھایا، جو ۱۹۱۱ میں ۹۲۱۱۷ روپے سے بڑھ کر ۱۹۲۱ میں ۲۱۷۴۴۴ روپے تک پہنچ گیا۔ اس سے طلبہ کی تعداد بھی ۲۴۱۰ سے بڑھ کر ۴۳۱۲ ہو گئی۔

تعلیم کے ایک بڑے حامی ہرچند رائے نے کراچی میں تعلیمی سرگرمیوں کو بھی بھرپور انداز میں فروغ دیا۔ وہ کتب خانوں اور مطالعہ خانوں کے بڑے حامی تھے، جو قومی ترقی میں تعلیم کی طاقت پر ان کے بھرپور یقین کا اظہار تھا۔

ہرچند رائے وشن داس
کی ذاتی زندگی کی
ایک جھلک

سندھ میں موسیقی، ادب اور ثقافت کے بہترین سرپرست، ہرچند رائے وشن داس نے اپنی کراچی کی رہائش گاہ میں موسیقی کی زبردست محافل منعقد کیں اور متعلقہ موضوعات پر کتابیں چھپوانے کے عمل میں بھی مدد کی۔ انھوں نے ان کتابوں کے سندھی میں ترجمے کروانے اور انھیں مفت تقسیم کروانے کا کام بھی کیا جس سے سندھی مصنفین کو بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔

ہرچند رائے وشن داس ہندوستانی کلاسیکی موسیقی کے بڑے قدردان تھے۔ انھوں نے کراچی میں ۱۹۲۶ کی میوزیکل کانفرنس کروانے میں اہم کردار ادا کیا، جس میں مشہور پنڈت وشنو ڈگمبر اور ان کے طائفے نے شرکت کی تھی۔

ہرچند رائے وشن داس ایک کامیاب کاروباری شخصیت تھے جنھوں نے کراچی میں بڑے پیمانے پر زمینیں خریدیں اور ۱۸۶۹ میں شہر میں ایک کاروباری مرکز قائم کیا۔ انھوں نے سندھ میں زرعی اراضی بھی خریدی اور گھوڑا گاڑیاں بنانے کے لیے کارخانے بھی بنائے۔ ۱۹۲۸ میں اپنی موت کے وقت اُن کے پاس ۸,۰۰۰ ایکڑ زمین تھی۔

بلدیو بیلانی کی صاحبزادی اتوری بائی سے شادی کے بعد سیٹھ ہرچند رائے کے ۴ بیٹے اور ۲ بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ سب سے بڑی بیٹی پاروتی تھیں، پھر بیٹے آتمارام، سورج پرکاش، لچھمن داس اور سچ آنند اور پھر ایک بیٹی دھانوَنتی۔ سیٹھ آتمارام ہرچند رائے کراچی میں وکیل تھے اور اپنے والد سے موسوم ادارے میسرز ہرچندرائے اینڈ کمپنی سے منسلک تھے۔

ترقی پسند نظریات رکھنے والے ایک باصلاحیت نوجوان کی حیثیت سے ہرچند رائے زبردست تقریری صلاحیت رکھتے تھے، ان کی نجی گفتگو بہت ہی دلفریب ہوتی تھی اور وہ انتہائی فہم و فراست رکھنے والے شخصیت تھے۔انھوں نے بحیثیت وکیل بڑا نام کمایا اور انتہائی دیانت داری اور قابلیت کے ساتھ اپنے مؤکلوں کے لیے خدمات پیش کیں۔

قانونی کیریئر

سیٹھ ہرچند رائے وشن داس نے ۱۸۸۶ میں ۲۴ سال کی عمر میں قانونی خدمات فراہم کر کے عوامی خدمت کے سفر کا آغاز کیا۔ ان کی قانونی فراست انھیں جلد ہی عروج پر لے آئی اور سندھ بھر کے مؤکل اُن کی جانب متوجہ ہوئے۔

ان کے والد سیٹھ وشن داس شکارپور کی عدالت میں ایک چھوٹے عہدے کو قبو ل کرنے کے بیٹے کے فیصلے پر شروع میں بہت مایوس ہوئے۔ انھوں نے ہرچند رائے کو استعفا دینے اور واپس کراچی آنے پر مائل کرنے کی کوشش کی، جہاں انھوں نے ۱۸۸۶ میں اپنا قانونی ادارہ بنایا۔ بعد ازاں، انگلینڈ سے واپس آنے کے بعد محمد علی جناح نے ہرچند رائے کے قانونی ادارے، ہرچند رائے اینڈ کمپنی، میں شمولیت اختیار کی۔

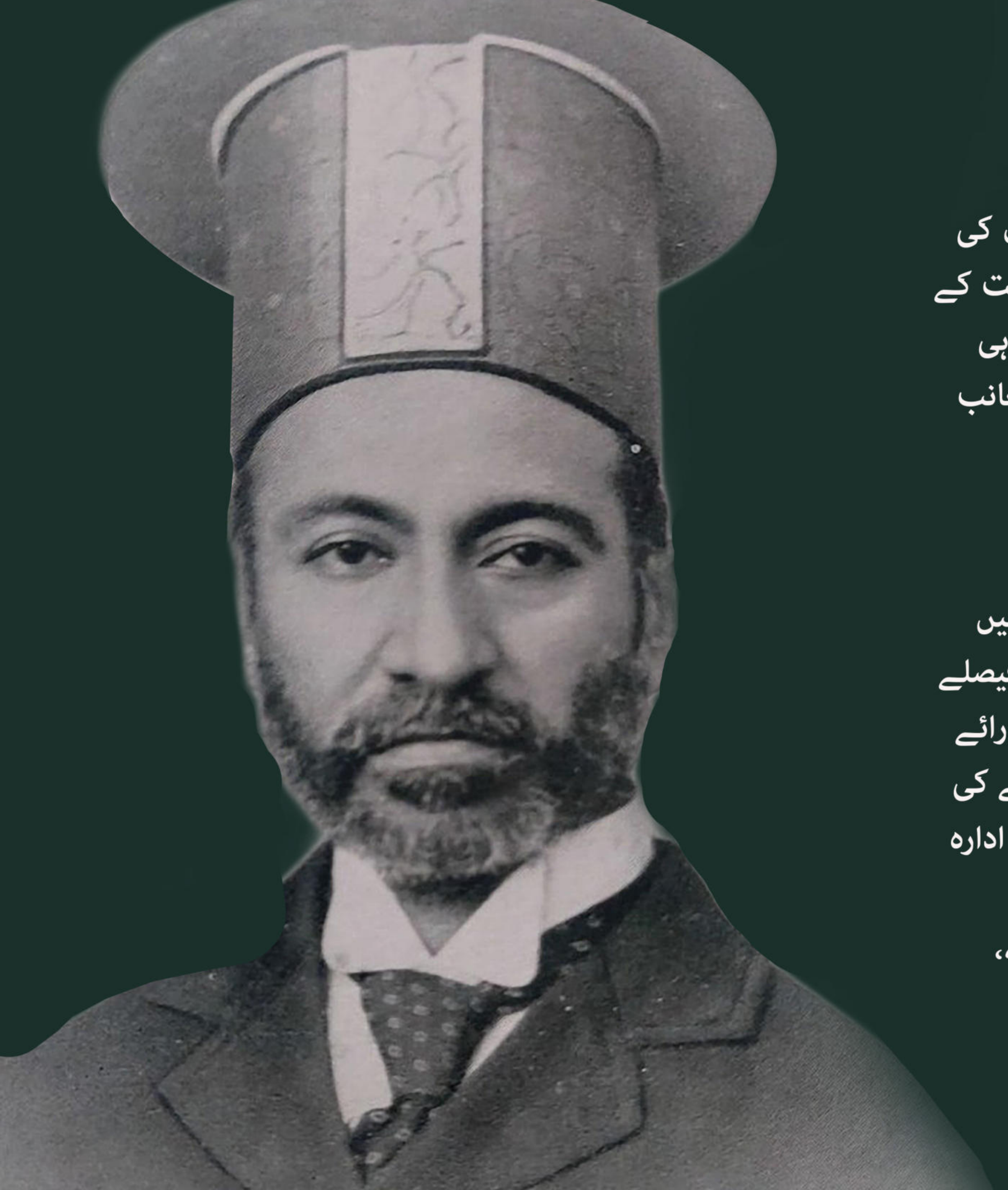

بابائے جدید
کراچی

ایک اولو العزم شخصیت کی تعمیر

سیٹھ ہرچند رائے وشن داس (یکم مئی۱۸۶۲ء - ۱۶ فروری ۱۹۲۸) ایک معروف برطانوی ہندوستانی قانون دان، سیاست دان اور کراچی کے میئر تھے۔ ان کی عزت ایک اہم شخصیت کی حیثیت سے کی جاتی ہے جنھوں نے شہر کے لیے زبردست سماجی و تعلیمی خدمات انجام دیں اور شہر کے بنیادی ڈھانچے کی تعمیر کی وجہ سے "بابائے جدید کراچی" کہا جاتا ہے۔ کراچی کے بلدیاتی صدر کی حیثیت سے دس سال میں اُن کی اولو العزم قیادت نے شہر کو ایک معمولی قصبے سے ایک جدید شہر میں بدل دیا۔

شہرت کی سیڑھیاں

ہرچند رائے اپریل ۱۸۶۲ میں صوبہ سندھ کے ایک چھوٹے سے گاؤں منجھو میں پیدا ہوئے۔ وہ ایسے خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو انسان دوست اور سماجی کام کی لمبی تاریخ رکھتا تھا، اور ان کے والد اپنی عوامی خدمت کے لیے مشہور تھے۔ ہرچند رائے کو اپنے والد کا یہی احساس ورثے میں ملا، جس نے تمام عمر اور ہر کام میں ان کی رہنمائی کی۔

ہرچند رائے وشن داس کے تعلیمی سفر کا آغاز اپنے گاؤں منجھو سے ہی ہوا۔ انھوں نے کوٹری کے سندھ اسکول سے تعلیم حاصل کی، جہاں چار سال تعلیم کے بعد وہ نرائن جگن ناتھ کے قائم کردہ اسکول میں تعلیم کے لیے کراچی منتقل ہو گئے۔ ۱۸۷۸ میں انھوں نے میٹرک کا امتحان دیا، جب کراچی پہلی بار امتحانی مرکز بنایا گیا تھا۔ وہ ازراہِ مذاق کہا کرتے تھے کہ بیس سندھیوں نے اُس سال امتحان میں حصہ لیا، حالانکہ پچھلے سال صوبے سے صرف تین طلبہ بھیجے گئے تھے۔

ہرچند رائے وشن داس نے بمبئی کے الفنسٹن کالج سے اپنی اعلیٰ تعلیم جاری رکھی، جہاں وہ نمایاں طالب علم تھے۔ پروفیسر ورڈزورتھ کی رہنمائی میں انھوں نے ۱۸۸۲ میں تاریخ اور سیاسی معیشت کے موضوع پر گریجویشن کیا۔ ۱۸۸۵ ء میں انھوں نے ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی اور سرکاری ملازمت سے پہلے کراچی میں کامیاب وکالت کا آغاز کیا۔

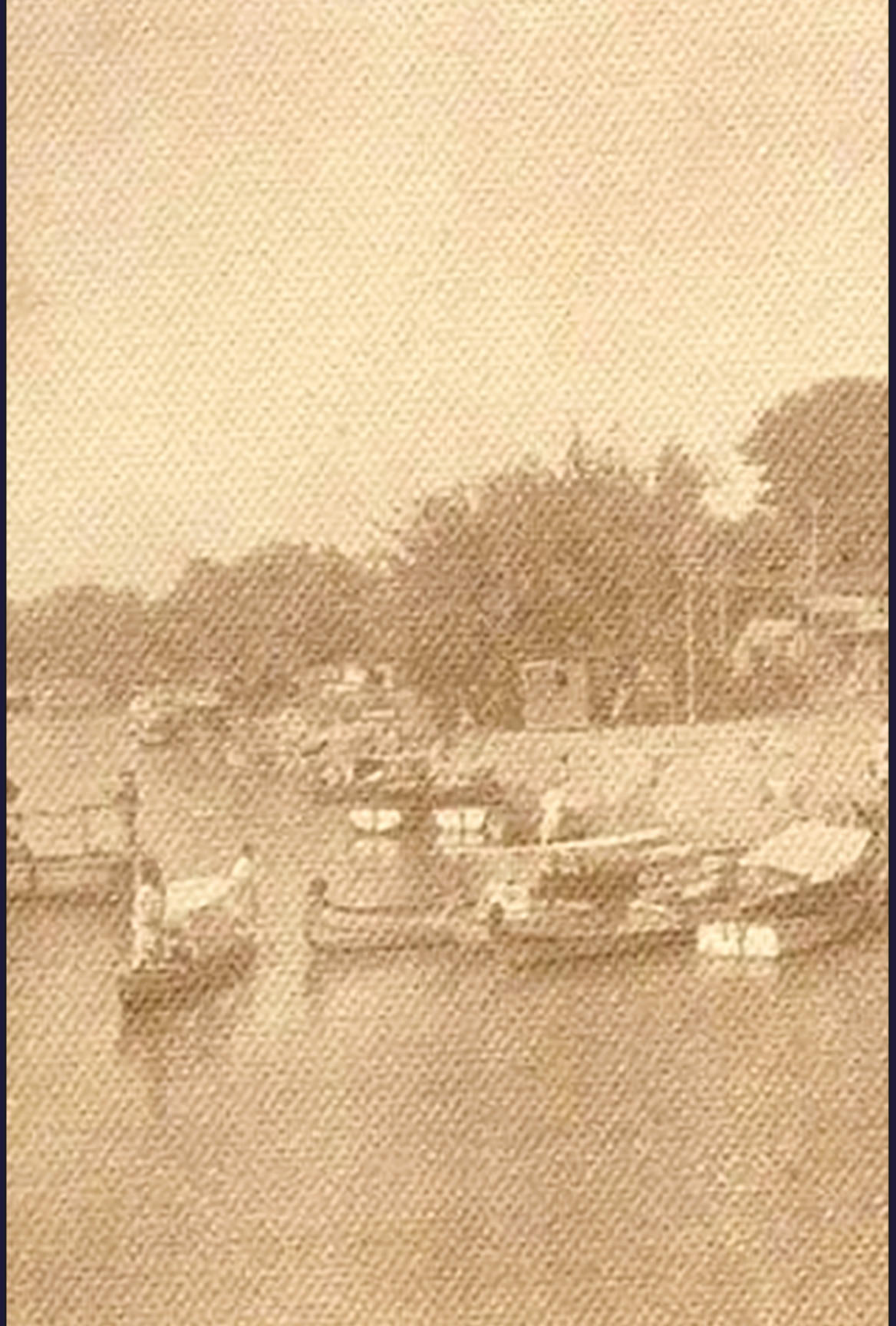

لیاری ندی

زحمت سے رحمت تک

کراچی کے وژنری میئر ہرچند رائے وشن داس نے لیاری ندی کا راستہ بدل کر اس کے نقصان دہ اثرات کا خاتمہ کیا۔ اس عظیم الشان منصوبے میں ایک بند کی تعمیر اور ندی کا راستہ بدلنا شامل تھا، جس سے کراچی کی توسیع کے لیے قیمتی زمین بھی حاصل ہوئی۔

ندی کے رستے کو بدلنے کے اس عمل نے نہ صرف سیلاب کا خطرہ ختم کیا بلکہ یہ زبردست آمدنی کا باعث بھی بنا، اس سے شہر میں بنیادی ڈھانچے کی مزید تعمیر اور اس کی خوبصورتی بڑھانا ممکن ہوا۔ ہرچند رائے کے اس حل نے لیاری ندی کو کراچی کے لیے خطرے کے بجائے شہر کی ترقی کا اہم محرّک بنا دیا۔

کراچی میں بجلی

ہرچند رائے وشن داس، ایک فخریہ سندھی اور بابائے جدید کراچی، جنھوں نے اپنے میئر کے دور میں شہر پر انمٹ نقوش چھوڑے۔ انھوں نے کراچی میں پہلا پاور پلانٹ متعارف کروایا، جو ترقی کے لیے اُن کے وژن کا عہد تھا۔

رحم دل اور انسان دوست ہرچند رائے کی سخاوت بے روزگاروں اور غریبوں کے لیے تھی۔ وہ اناج، پکے ہوئے کھانے تقسیم کرتے، انھیں مفت چراگاہیں فراہم کرتے، بے روزگاروں کو آب پاشی کے منصوبوں میں روزگار دلاتے اور مفت لنگر خانے کھولتے اور مفت طبّی امداد فراہم کرتے تھے۔

ان کی انسان دوست کوششوں کا عملی نمونہ کراچی کی ترقی سے اُن کی بھرپور وابستگی کی صورت میں نظر آتا ہے۔

آخری سفر

ہرچند رائے کی شہری ذمہ داریوں سے غیر متزلزل وابستگی سائمن کمیشن کو تسلیم کرنے کے لیے اُن کے ووٹ سے ظاہر ہوتی ہے، جب وہ اپنی طبیعت سخت خراب ہونے کے باوجود ووٹ دینے گئے۔ دلّی پہنچنے پر انھیں سہارا دے کر اسمبلی ہال تک لایا گیا۔ المیہ یہ ہوا کہ وہ اسمبلی میں داخل ہوتے ہی انتقال کر گئے، اپنا حقِ رائے دہی استعمال کرنے سے بس کچھ دیر پہلے۔

سائمن کمیشن اور موت

ہندوستان کی قانون ساز اسمبلی داخلی سطح پر ووٹنگ کے لیے بلائی گئی کہ آیا سائمن کمیشن کو تسلیم کرنا چاہیے یا نہیں۔ ہرچند رائے، جو اپنی خراب صحت کی وجہ سے اُس وقت کراچی میں تھے، انھوں نے اپنا ووٹ دینے کا فیصلہ کیا۔

دلّی قانون ساز اسمبلی کا سیشن یکم جنوری ۱۹۲۸ کو شروع ہوا، اور وائسرائے نے ۲ فروری کو اس سے خطاب کیا۔ ہرچند رائے، جو اس وقت ٦٦ سال کے تھے اور سخت سردی کی وجہ سے بیمار تھے ، جس کی وجہ سے اجلاس میں شرکت نہ کر سکے۔ لالا لجپت رائے نے ١٦ فروری کو سائمن کمیشن کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک جمع کروائی، جس کے لیے انھیں ہرچند رائے کی حمایت کی ضرورت تھی۔ اپنی خراب صحت کے باوجود ہرچند رائے، آرام اور فرض کے درمیان جنگ لڑتے ہوئے، ۱۴ فروری کو دلّی کے لیے روانہ ہوئے۔

آخری رسومات

ہرچند رائے کی آخری رسومات میں پنڈت مدت موہن مالویا، پنڈت موتی لال نہرو اور وتھل بائی پٹیل جیسی معروف شخصیات نے شرکت کی۔ ان کی آخری رسومات دریائے جمنا کے کنارے ادا کی گئیں۔ ۲۸ فروری ۱۹۲۸ کو ایک اجتماع میں فیصلہ کیا گیا کہ ان کی یاد میں ایک یادگار تعمیر کی جائے گی۔ اس مقصد کے لیے ایک کمیٹی بھی مقرر کی گئی۔

سفر میں ان کی طبیعت اور بگڑ گئی، انھیں خون کی الٹیاں آنے لگیں۔ بھٹنڈہ میں رکنے کی درخواست بھی کی گئی لیکن اس کے باوجود انھوں نے اپنا سفر جاری رکھا۔ ١٦ تاریخ کو پہنچے، تب پیدل چلنے کے قابل بھی نہیں تھے، باوجود اس کے ووٹ دینے پر اصرار کیا اور اسمبلی میں داخل ہوتے ہوئے ویل چیئر پر وفات پا گئے، یعنی قومی مقصد کے لیے اپنی جان بھی دے دی۔ ان کے اس عمل سے ملک بھر میں سوگ کی فضا قائم ہو گئی۔

یادگاری کمیٹی اور مجسمہ

ہرچند رائے کی موت پر خالقدینا ہال میں ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا جہاں جمشید نسروانجی کی سربراہی میں ایک یادگاری کمیٹی مقرر کی گئی۔ کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ وہ آنجہانی رہنما کے لیے ایک مجسمہ بنائیں گے۔ یہ ١٦٠٠٠ روپے کی لاگت سے بنایا گیا۔ یہ پیسے کراچی اور سندھ کے عوام کے عطیات سے جمع کیے گئے۔ مجسمہ بمبئی کے مشہور مجسمہ ساز بالاجی وسنت راؤ تالیم نے بنایا، جو اس سے پہلے پونے میں شیواجی کا مجسمہ بنا چکے تھے۔

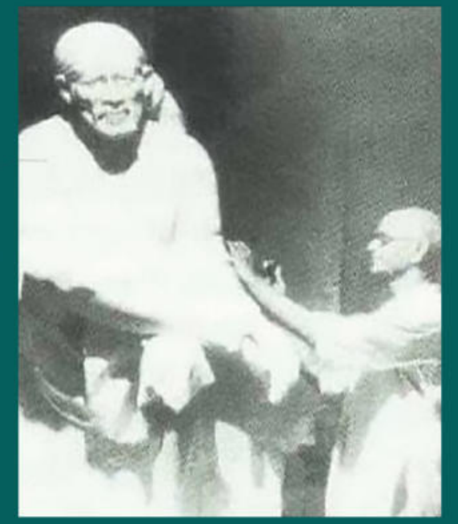

ایک عظیم شخصیت کی یاد میں

١٦ فروری ۱۹۳۴ء کو کراچی میونسپل کمیٹی آفس میں ہرچند رائے کے مجسمے کی رونمائی کی گئی۔ یہ مجسمہ یادگاری کمیٹی کی جانب سے بنوایا گیا تھا۔ تقریبِ رونمائی میں کئی شخصیات نے شرکت کی اور یادگاری کمیٹی کے چیئرمین جمشید نسروانجی نے ہرچند رائے کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔

ہرچند رائے کا مجسمہ ۱۹٦۰ کی دہائی تک کے ایم سی بلڈنگ کے سامنے نصب رہا۔ پھر اسے موہٹا پیلس منتقل کر دیا گیا۔

ہرچند رائے کی وفات ان کی بے غرضی اور عزم کی زبردست مثال تھی، جسے بہت سراہا گیا۔ دی پیپل اخبار نے ان کی وفات کو ایک "شاندار موت" قرار دیا، جبکہ ماڈرن ریویو اور ہندوستان ٹائمز نے بالترتیب انھیں "شہیدِ فرض" اور قوم کا "مخلص خادم" قرار دیا۔

کراچی کی پہلی وبا طاعون

۱۸۹۶ کے موسم گرما میں طاعون کی بمبئی آمد اُس مہلک وبا کا حصہ تھی جو ۱۸۵۰ کی دہائی میں چین میں پیدا ہوئی تھی۔ یہ ۱۹۵۰ کی دہائی تک دنیا کے کئی حصوں کو متاثر کرتی رہی۔ 'ہندوستان کا داخلی دروازہ' سمجھے جانے والا بمبئی برطانوی ہند کی کئی بندرگاہوں اور تجارتی مراکز میں سے ایک تھا۔ ۱۸۹۶ میں شہر کی آبادی ۸۰۰۰۰۰ سے زیادہ تھی۔

طاعون اگست کے اوائل میں شہر پہنچا اور اگلے مہینے اس کے ابتدائی مریض سامنے آ گئے۔ البتہ حکام کی جانب سے ردعمل میں بہت سستی دکھائی گئی۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ انہیں ایسے کسی مرض سے نمٹنے کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔

طاعون کی تباہ کاریوں پر طرزِ عمل

طاعون کے دوران کئی لوگ، جن میں دکاندار بھی شامل تھے، شہر چھوڑ گئے اور چیزوں کی قیمتیں آسمان پر پہنچ گئیں۔ روزمرہ استعمال کی ضروری چیزیں ملنا تک مشکل ہوگیا۔ ہرچند رائے کے خاندان نے جونا مارکیٹ، لی مارکیٹ، کھارادر، رنچھوڑ لائن، گاڑی کھاتہ، صدر اور کیماڑی میں اپنی دکانیں کھولیں، جہاں جلانے کی لکڑی اور دوسری ضرورت کی چیزیں فروخت ہوتی تھیں۔ مختلف مقامات پر مفت لنگر خانے کھولے گئے جہاں لوگ دن میں دو وقت کا کھانا کھا سکیں۔

ہرچند رائے نے اپنی قیادت میں رضاکار دستے کا انتظام بھی کیا۔ یہ دستہ طاعون سے مقابلہ کرنے والوں کو حوصلہ دینے کا کام کرتا تھا۔ وہ اپنی صحت کی پروا کیے بغیر لوگوں کے گھروں میں جاتے۔ مریضوں کو ہسپتال بھیجتے اور لاشیں دفنانے یا ان کی آخری رسومات ادا کرنے کے لیے اپنے دستے بھیجتے۔ انھوں نے ضرورت مندوں کو مالی مدد فراہم کرنے کے انتظامات بھی کیے۔

طاعون اور عوامی ردِ عمل

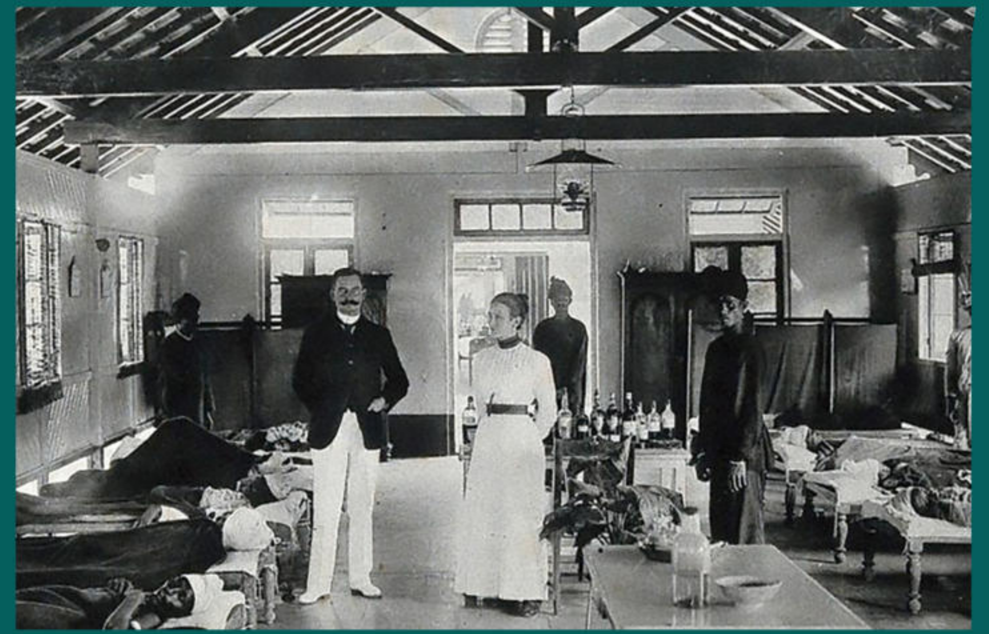

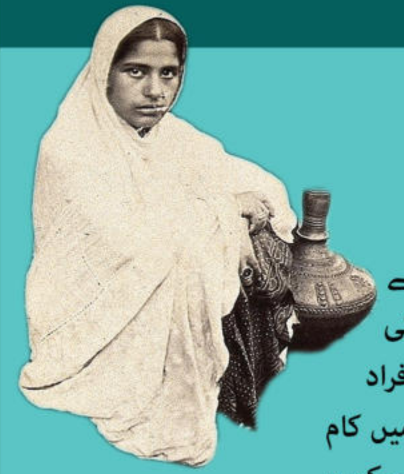

برطانوی انتظامیہ کی طاعون سے بچنے اور اسے محدود رکھنے کی کوششوں نے ہندوستانی آبادی میں زبردست خوف اور عداوت پھیلائی۔ ہسپتالوں میں داخل کروانا تنازع کی اہم وجہ بن گیا۔ مختلف ذات پات کے افراد کے ملاپ اور صفائی نہ ہونے کی شکایات نے ہندوستانیوں کی پریشانی میں بہت اضافہ کیا اور طاعون کے شکار کئی افراد نے ہسپتال جانے سے ہی انکار کر دیا۔ ہسپتالوں اور ان میں کام کرنے والے ڈاکٹروں کو طاعون پھیلانے والا اور ملکہ کے حکم پر لوگوں کو نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھنے والا یا پھیلانے والا قرار دیا گیا۔

جب میڈیکل افسروں نے طاعون کے شکار افراد کے گھر والوں اور دوستوں کو کیمپوں میں لانا شروع کیا اور ان کے گھروں کو پاک کرنے کا کام کیا تو کیمپوں کی آبادی بڑھنے لگی۔ لیکن متاثرہ خاندان اپنے لوگوں کو صندوقوں، کپڑوں کے نیچے یا جہاں بھی چھپایا جا سکتا تھا چھپا دیتے انھوں نے جانچ کرنے والے دستوں کے راستے تک یاد کر لیے تھے تاکہ اچانک نہ دھر لیے جائیں۔

ہندوستانی شاید ہی معالجین کو بلاتے کیونکہ انہیں خوف ہوتا تھا کہ انہیں ممکنہ طور پر زہر دے دیا جائے گا یا ہسپتالوں میں داخل کرلیا جائے گا۔

خواتین کے معائنے نے بھی مقامی آبادی میں بہت غم و غصہ پیدا کیا۔ روایتی طور پر گھر سے باہر کا کوئی فرد ہندوستانی خواتین کو نہیں چھوتا، پھر بھی مرد ڈاکٹر عوامی مقامات پر ان خواتین کا معائنہ کرتے۔ اسے ہندوستانی کلچر میں انتہائی رسوائی والی بات اور بدسلوکی سمجھا گیا۔

طاعون پر قابو: مریضوں کی علیحدگی اور قرنطینہ کے اقدامات

وسیع تر کوششوں کے طور پر حکام نے طاعون کے مریضوں کو تنہائی میں رکھنے اور سڑکوں اور گھروں کی بھرپور صفائی کے اقدامات نافذ کیے۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ با اختیار سرچ پارٹیاں ہوں جو متاثرہ علاقوں کا معائنہ کریں۔ طاقتور پمپنگ انجن لائے گئے تاکہ بھرپور کیمیائی محلول کے ذریعے عمارتوں کی مکمل صفائی کی جائے۔

مسافروں کا بھی زبردست معائنہ کیا گیا اور جو متاثر پائے گئے، انھیں دھر لیا گیا۔ یہ طاعون سے متاثرہ افراد سے ملنے والے تمام افراد کو الگ کرنے کی وسیع تر پالیسی کا حصہ تھا۔ ان اقدامات کو آسان بنانے کے لیے شہر کے کئی علاقوں میں خصوصی ہسپتال اور علیحدہ کیمپ بنائے گئے۔

گھروں کو بھاپ سے چلنے والے انجنوں اور فلشنگ پمپوں کے ذریعے صاف کیا گیا جن کے پانی میں جراثیم کش ادویات شامل ہوتیں۔ طاعون کے متاثرین کو لکڑی کے ٹبوں میں نہلایا جاتا۔

والڈیمر ہیف کائن: ویکسین کا بانی

جب صفائی کے اقدامات ناکارہ ثابت ہوئے اور لوگ مستقل شہروں کو چھوڑنے لگے تو حکومتِ ہند نے ڈاکٹر ہیف کائن پر زور دیا کہ وہ جلد از جلد کوئی ویکسین فراہم کریں۔

مرض روکنے والے ٹیکوں کا پہلا مرحلہ دسمبر ۱۸۹۶ میں تیار ہوا، یعنی بمبئی میں وبا پھوٹنے کے صرف تین ماہ بعد۔ ویکسین اتنی زیادہ کارگر نہیں تھی اور اس سے زبردست ری ایکشن اور پیچیدگیاں پیدا ہوئیں۔ ہیف کائن اپنی ویکسین کو بہتر بناتے رہے، یہاں تک کہ اس کے اثرات ہلکے ہوتے گئے۔ انھوں نے نئی اور بہترین ویکسین کا تجربہ خود پر کیا تاکہ اس کی مؤثریت کو یقینی بنا سکیں۔ جنوری کے اواخر میں طاعون بمبئی کی جیلوں تک پہنچ گیا۔

ہیف کائن نے اپنی ویکسین رضاکارانہ طور پر خود کو پیش کرنے والے قیدیوں کو لگانے کی پیشکش کی۔ انھوں نے ۱۴۷ قیدیوں کو ٹیکے لگائے اور ۱۷۲ کا علاج نہیں کیا۔ علاج نہ کروانے والوں میں ۱۲ کو مرض لاحق ہوا اور چھ کی موت واقع ہو گئی جبکہ ٹیکا لگوانے والوں میں کوئی موت نہیں ہوئی اور صرف دو کو مرض لاحق ہوا۔

ہیف کائن کی ویکسین موت سے بچانے میں اہم ثابت ہوئی۔ اگلے چند مہینوں میں ہی ہیف کائن اور ان کے مددگاروں نے بمبئی اور گرد و نواح کی آبادیوں میں رضاکارانہ طور پر خود کو پیش کرنے والوں کو ویکسین کے ٹیکے لگائے۔ جنوری کے اواخر تک، جب ہیف کائن اپنی ویکسین کا تجربہ کر چکے تھے، طاعون کی وبا کراچی اور پونے تک پہنچ گئی۔

Government House, Parel, converted into a Plague Hospital.

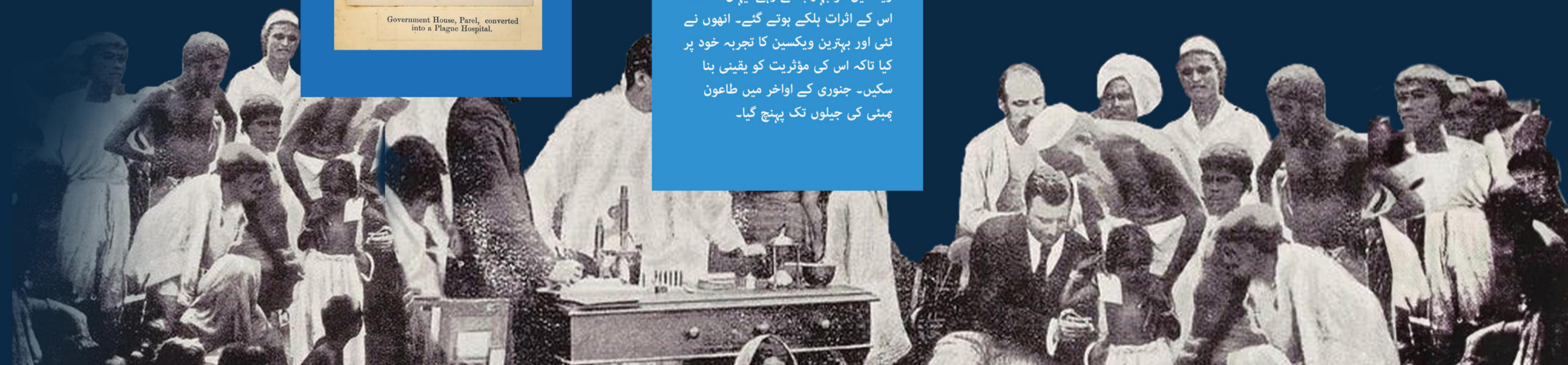

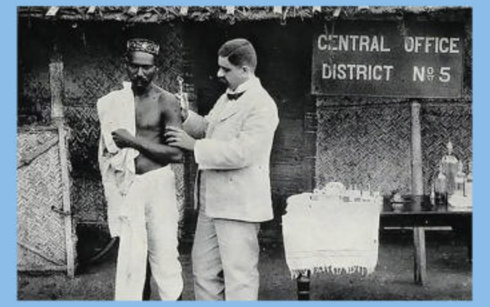

ہیف کائن کو ملکہ وکٹوریا نے "نائٹ" قرار دیا اور دسمبر ۱۹۰۱ میں انھیں پاریل، بمبئی کے گورنمنٹ ہاؤس میں پلاگ ریسرچ لیبارٹری کا ڈائریکٹر انچیف لگا دیا گیا، جس میں نئی تنصیبات بھی شامل تھیں اور ۵۳ افراد کا عملہ بھی۔

بمبئی کی جیل میں کامیابی نے ویکسین کی پیداوار اور تجربے کو تیزی سے بڑھایا۔ ہیف کائن اپنی ایک کمرے والی چھوٹی سی تجربہ گاہ سے سرکاری بنگلے میں پہنچ گئے، اور پھر آغا خان کے فراہم کی گئی وسیع و عریض جگہ تک، جنھوں نے خود اور ان کی خوجہ مسلم برادری کے ہزاروں لوگوں نے بھی رضاکارانہ طور پر خود کو ٹیکے لگوانے کے لیے پیش کیا۔

ہیف کائن کی جانب سے ویکسین لگانے کے عمل نے برطانوی حکام کے کسی بھی دوسرے قدم کے مقابلے میں جانیں بچانے میں زیادہ اہم کردار ادا کیا۔ اس شاندار کامیابی نے انھیں بہت شہرت بخشی، اور انھیں "ہندوستان کا نجات دہندہ" کہا گیا۔

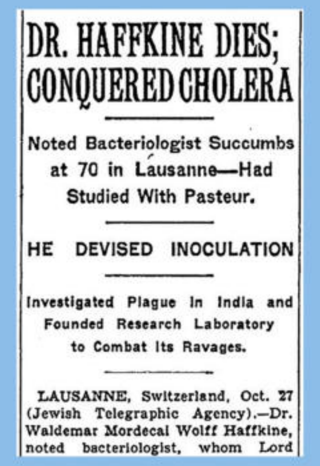

DR. HAFFKINE DIES; CONQUERED CHOLERA

Noted Bacteriologist Succumbs at 70 in Lausanne—Had Studied With Pasteur.

HE DEVISED INOCULATION

Investigated Plague in India and Founded Research Laboratory to Combat Its Ravages.

LAUSANNE, Switzerland, Oct. 27 (Jewish Telegraphic Agency).—Dr. Waldemar Mordecai Wolff Haffkine, noted bacteriologist, whom Lord

'ایشیا کا پیرس'

۱۹۰۰ کی دہائی کے اوائل تک طاعون کو قابو کرنے کی کوششوں میں نمایاں کامیابی مل چکی تھی، جس سے برطانوی حکمرانوں کو شہر کے بنیادی ڈھانچے کو مزید بہتر بنانے کی تحریک ملی۔ اس عزم کی بدولت نکاسی آب اور کوڑا کرکٹ اٹھانے اور اسے ٹھکانے لگانے کا نظام مرتب کرنے اور مستقل بنیادوں پر (بعض اوقات پانی سے) سڑکوں کی صفائی متعارف کروانے جیسے اقدامات پیش کیے گئے۔

اس دور کے شائع ہونے والے اعداد و شمار کے مطابق کراچی کی آبادی ۱۹۳۰ کی دہائی تک ۳۰۰۰۰۰ سے زیادہ ہو گئی۔ شہر غلاظت سے بھرپور ایک ابھرتے ہوئے تجارتی مرکز سے بڑھ کر تفریح کے لیے ایک ترجیحی مقام بن گیا۔ یہ ہندوستان کے صاف ستھرے ترین شہروں میں سے ایک بنا، جس کی وجہ سے اسے 'ایشیا کے پیرس' کا خطاب ملا۔